درسِ کربلا و عاشورہ

مولانا سید فدا حسین بخاری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے:

"حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَامِنَ الْحُسَیْنِ"

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں (۱)

اس حدیث کو سمجھنے کے لئے تھوڑا غور کرنا پڑے گا۔ ہر نواسہ اپنے نانا سے ہوتا ہے کیونکہ اس کی اولاد ہے لیکن نانا نواسے سے نہیں ہوتا ہے۔ جبکہ اس حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ میں (یعنی رسول اکرمؐ) حسینؑ سے ہوں، تو یہ حدیث تب ہی سمجھ میں آئے گی جب رسول پاکؐ اور امام حسینؑ کے جسمانی رشتے کے علاوہ ان کے معنوی رشتے اور تعلق کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینِ اسلام کے بانی اور اس کے لانے والے ہیں اور حضرت امام حسینؑ اس دینِ اسلام کے، جو رسول مقبولؐ لائے، اس کے وارث بھی ہیں اور دین کی بقا کے ضامن بھی۔ دینِ اسلام باقی ہے تو، توحید ہے، رسالت باقی ہے، ذکر رسولؐ باقی ہے، تو اس طرح اس حدیث کا یہ جملہ "وانا من الحسینؑ" سمجھ میں آتا ہے کہ میں حسینؑ سے ہوں، یعنی میرا نام اور میرا کام حسینؑ کی وجہ سے باقی رہے گا۔ اسلام، قرآن اور سنت رسول کو حسینؑ نے اپنی، اپنے عزیز واقارب اور ساتھیوں کی قربانی اور شہادت سے بچالیا۔

تو آیئے کربلا کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ پیغامات جو عاشورہ نے ہمیں دئے ہیں ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا ہیں؟ امام عالی مقام سید الشہداء کا موقف کیا ہے؟

ان کی عظیم قربانی اور ان کے قیام میں کیا نکات ہیں جنہیں ہمیں سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے تا کہ ہم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہوسکیں جس میں آپؐ نے فرمایا:

"اِنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ الْھُدٰی وَ سَفِیْنَۃُ النَّجَاۃِ"

یقیناً حسینؑ ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہیں (۲)

کربلا اور عاشورہ حسینی سے جو درس اور پیغامات ملتے ہیں ان میں سے بعض کا ہم ذکر کرتے ہیں:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر واحیاء سنت رسولؐ:

بنی امیہ کی حکومت نے رسول اکرمؐ کی سنت کو معاشرہ سے محو کر دیا تھا اور زمانۂ جاہلیت کے رسم و رواج اور قبائلی تعصب کی معاشرے میں ترویج کر رہے تھے۔ خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا گیا تھا۔ حلالِ محمدؐ کو حرام اور حرامِ محمدؐ کو حلال کیا جا رہا تھا۔ ایسے حالات میں حضور اکرمؐ کے نواسے اور دین کے حقیقی وارث حضرت امام حسینؑ سے بڑھ کر کون ہو سکتا تھا جو فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ادا کرے اور رسولِ کریمؐ کی سنت کو زندہ کرے، چنانچہ امام عالی مقام خود اپنے قیام اور خروج کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّ لَا بَطِرًا وَّ لَا مُفْسِدًا وَّ لَا ظَالِمًا وَّ اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّةِ جَدِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اَسِیْرَ بِسِیْرَةِ جَدِّیْ وَ اَبِیْ".

"میرا قیام شر اور فساد پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے نانا کی امت کی اصلاح کروں اور سنتِ رسولؐ اور سیرتِ امیر المومنینؑ کو زندہ کروں"۔ (۳)

امامؑ کا قیام سنت رسولِ اکرمؐ کا احیاء تھا اور بدعتوں کو روکنا تھا۔ یہ بات امام حسینؑ کے اس خط سے جس کو تاریخ طبری نے نقل کیا ہے، روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ امامؑ اپنے خط میں فرماتے ہیں:

"امابعد! اللہ نے حضرت محمدؐ کو منتخب کر کے اپنا نبی اور رسول بنایا اور پھر اپنی بارگاہ میں بلا لیا۔ انہوں نے بندگانِ خدا کو نصیحت کی، پیغام الٰہی کو پہنچایا۔ ہم ان کے اہلبیتؑ، اولیاء اور ان کے وارث ہیں۔ قوم نے ہمارے اوپر سبقت کی اور ہم نے برداشت کر لیا۔ چونکہ ہم افتراق کو ناپسند کرتے ہیں اور عافیت چاہتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہم اس کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ میں اس پیغام کے ذریعہ تم کو کتابِ خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیتا ہوں۔ سنت کو مردہ بنا دیا گیا ہے اور بدعت زندہ کی جا رہی ہے۔ اگر تم میری بات مانو گے تو میں تمہیں حق کی ہدایت کروں گا۔"

درس کربلا کا اہم ترین پیغام رسول کریمؐ کی سنت پر چلنا اور معاشرے میں اس کے احیاء کے لئے کوشاں رہنا ہے۔

باطل کو بے نقاب کرنا:

خاندانِ ابوسفیان نے بظاہر ۸ ہجری میں (حضورؐ کی وفات سے صرف ۳ سال قبل) اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے خود ساختہ حکمرانؓ رسول کریمؐ کے جانشین بن کر مسلمانوں پر حکومت کر رہے تھے اور اسلام کے حقیقی چہرے کو مسخ کر رہے تھے۔ یزید بن معاویہ بن ابوسفیان تو اپنی بغاوت میں یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ برسرِ عام کہہ رہا تھا:

''نہ کوئی وحی آئی تھی اور نہ کوئی فرشتہ، یہ تو حکومت حاصل کرنے کے لئے بنی ہاشم نے ڈھونگ رچایا تھا''۔

امام حسینؑ نے ان کے چہروں سے نقاب کھینچ لی اور ان کا حقیقی چہرہ اور اس کی ماہیت جو سراسر کفر و ضلالت میں غلطاں تھی، کو بے نقاب کر دیا اور تاریخ انسانیت کو بتا دیا کہ منافقت اور منافقین زیادہ دیر چھپے نہیں رہ سکتے۔ آپؑ نے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت کو خبردار کیا کہ وہ انسانیت کے دشمنوں، ملوکیت کے پجاریوں اور نام نہاد مسلمانوں سے فریب نہ کھائیں۔ امامؑ کے قیام نے یہ بھی بتا دیا کہ اسلام اور ہے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کا کردار اور ہے۔ لہٰذا دونوں کو ایک سا نہ سمجھا جائے اور امت کو بقول شاعر یہ پیغام دیا:

نوک نیزہ پر ترا سر کٹ کے ہو جائے بلند
پر یزیدِ نحس کی طاعت نہ کر ہر گز قبول

طاغوت سے مبارزہ:

کربلا سے جو ہمیں درس ملتا ہے اس میں سے ایک پیغام یہ بھی ہے کہ ہر طاغوت سے مبارزہ جاری رہنا چاہیے۔ امام حسینؑ کے زمانے میں یزید بن معاویہ طاغوتِ وقت تھا۔ امامؑ نے رسول پاکؐ کی اس حدیث پر عمل کیا:

''مَنْ رَأٰی سُلْطَانًا جَائِرًا ....''

''جو کوئی ظالم حاکم کو دیکھے جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کئے ہوئے کو حلال کرتا ہے اور اس کے خلاف قیام نہ کرے، تو اللہ پر ہے کہ وہ اس کو وہی سزا دے جو اس ظالم کو دے گا۔'' (۴)

لہٰذا حضرت امام حسینؑ نے قیام فرما کر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی کہ وقت کے

طاغوت کے خلاف آواز بلند کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

دین کے لئے ہر چیز کی قربانی:

دین کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اس پر ہر قیمتی ترین ہستی (فرزندِ رسولؐ و علیؑ مرتضیٰ) بھی قربان ہو سکتی ہے۔ دین داری حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں: دین پر ہر چیز قربان ہو سکتی ہے، لیکن دین کو کسی چیز پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ کربلا کا پیغام ہے کہ دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے آمادہ رہو۔

حق کی لڑائی کے لئے ہر سن و سال کا مجاہد:

کربلا ہمیں درس دیتی ہے کہ اسلام کے لئے، حق کے دفاع اور حفاظت کے لئے ہر سن و سال کے مجاہد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے نوے سال کا مجاہد حبیب ابن مظاہر بھی چاہیے، علی اکبرؑ جیسا کڑیل جوان بھی، اور ششماہہ علی اصغرؑ بھی چاہیے۔ امام عالیؑ مقام اپنے احباب میں پیر و جوان، سیاہ و سفید، آزاد و غلام، بچے بوڑھے غرضیکہ ہر سن و سال کا مجاہد رکھتے تھے۔ امامؑ نے حق کی خاطر ہر ایک کو قربان کر دیا لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

افراد کی کمی کی وجہ سے حق گوئی سے باز نہ آؤ:

عاشورہ امام علی علیہ السلام کے کلام کی کامل جلوہ گاہ ہے۔ امام علیؑ فرماتے ہیں:

''لَا تَسْتَوْحِشُوْا فِیْ طَرِیْقِ الْهُدٰی لِقِلَّةِ اَهْلِهٖ''

''حق کے راستے میں افراد کی کمی کی وجہ سے مت گھبراؤ''۔ (نہج البلاغہ)

جب کوئی شخص یا قوم اپنے ہدف اور مقصد کی سچائی اور حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر انہیں افراد کی کمی سے نہیں گھبرانا چاہیے اور حق کے محاذ سے اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹانے چاہییں۔ امام حسینؑ اگر تنہا بھی ہوتے تو ظالموں کے آگے نہ جھکتے۔ اس بات کا گواہ خود ان کا اپنا کلام ہے، جو انھوں نے شب عاشور فرمایا کہ:

''فَاِنَّ الْقَوْمَ یَطْلُبُوْنَنِیْ وَ لَوْ اَصَابُوْنِیْ لَذَهَلُوْا عَنْ طَلَبِ غَیْرِیْ''

''یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں، میرے قتل کے علاوہ انہیں کسی سے کوئی سروکار نہیں''۔ (۵)

نظم وضبط:

امام حسینؑ نے اپنے قیام کے تمام مراحل میں نہایت منظم طریقہ سے پیش قدمی کی، خواہ وہ بیعت سے انکار ہو یا مدینہ سے خروج، مکہ مکرمہ میں اقامت یا کوفہ اور بصرہ کی اہم شخصیات کو خطوط لکھنے ہوں، یا پھر امامؑ کے خطبات جو مکہ میں، منیٰ میں یا کربلا آتے ہوئے مختلف منازل پر دیئے ہوں۔ جب ان پر غور کیا جاتا ہے تو ان میں امامؑ کی خاص حکمت عملی اور نظم وضبط دکھائی دیتا ہے۔

کربلا میں امامؑ کی فوج میں مختلف روایت کے مطابق ۷۲ افراد تھے لیکن پھر بھی امامؑ نے اپنی مختصر فوج کو منظّم کیا۔ میمنہ اور میسرہ قرار دیا۔ حضرت ابوالفضل العباسؑ کو پرچم دار فوج مقرر کیا، کسی کو پیادوں کا سردار قرار دیا اور کسی کو سواروں کا۔ نہایت منظّم انداز میں جنگ کی۔ خیموں کے پیچھے لکڑیاں ڈال کر آگ لگادی تاکہ دشمن پشت سے حملہ نہ کرسکے۔ دنیا کے بڑے بڑے جرنیلوں اور جنگ کا عملی تجربہ رکھنے والوں نے ہر ہر مقام کا تفصیلا جائزہ لیا ہے لیکن انہیں کہیں امام کی حکمت عملی اور جنگی اصولوں میں نقص نظر نہیں آیا۔ امام کے ساتھیوں میں ایسا ڈسپلن ہے کہ جو بھی جنگ کے لئے جاتا ہے، امامؑ سے باقاعدہ اجازت لیکر جاتا ہے۔ کربلا نے ہمیں نظم وضبط اور اطاعتِ امیر اور تقلیدِ امام کا اعلیٰ درس دیا ہے۔

اپنے فریضے اور ذمہ داری کی ادائیگی:

جو چیز سب سے اہم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے فرائض پر عمل کرے، خواہ کامیابی نصیب ہو یا بظاہر شکست کھا جائے۔ درحقیقت کامیابی اپنی ذمہ داری اور فرض کے مطابق عمل کرنا ہی ہے، نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو، سیدالشہداؑ نے کربلا کے سفر میں فرمایا:

''اِنِّیْ لَاَرْجُوْ خَیْرًا مَّا اَرَادَ اللّٰهُ بِنَا قُتِلْنَا اَمْ ظفرنا''

''مجھے تو اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید ہے، خواہ ہم قتل کردیئے جائیں یا پھر کامیاب ہوجائیں''۔

کربلا نے ہمیں ''ذمہ داری کی ادائیگی'' کی ثقافت عطا فرمائی ہے۔ ہمیں اپنی ذمہ داری کے مطابق عمل کرنا چاہیے نتائج خدا پر چھوڑ دینے چاہییں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے حضور بھی باز پرس ذمہ داری کی ادائیگی اور فرائض کو پورا کرنے کے بارے میں ہوگی نہ نتائج کے بارے میں۔

مجاہدت اور عبادت:

کربلا میں دشمن سے مبارزہ اور جنگ کرتے ہوئے عبادت کو فراموش نہیں کیا گیا۔ جہاد کے ساتھ ساتھ نماز اور عبادت کی ایسی مثال قائم کی گئی کہ رہتی دنیا تک ایسی مثال قائم نہ ہو سکے گی۔

شبِ عاشور امامؑ اور ان کے جانباز اصحابؓ ساری رات تلاوتِ قرآن، نماز پڑھنے اور اپنے رب سے راز و نیاز اور مناجات میں مصروف رہے۔ ان کے خیام سے ذکر و تسبیح و تہلیل کی اس طرح صدائیں آ رہی تھیں جیسے شہد کے چھتے سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی صدا آتی ہے۔ یوم عاشور امامؑ نے حسینیوں کو پیغام دیا ہے کہ نماز کی اہمیت کو سمجھو، نماز کو کربلا جیسے جہاد کے دوران بھی موقوف نہیں کیا جا سکتا اور ہمیشہ نماز وقتِ مقررہ پر ہی پڑھی جائے گی، خواہ امن ہو یا جنگ ہو، بیماری ہو، سفر ہو، گھر میں ہوں یا باہر ہوں۔ لہٰذا ہمیں بھی عزاداری کے جلوسوں میں نماز قائم کرنی چاہیے تاکہ سنتِ امام حسینؑ پر عمل ہو سکے۔

توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے:

حر بن یزید ریاحیؒ جس نے امام حسینؑ کا محاصرہ کر کے آپؑ کو کربلا میں وارد ہونے پر مجبور کیا تھا عاشورہ کی صبح باطل سے کنارہ کشی اختیار کر کے حق سے پیوستہ ہو گیا۔ ایسے مجرم کو امام عالی مقامؑ نے معاف کر کے حرّ (آزاد) بنا دیا۔ کربلا ہمیں پیغام دے رہی ہے کہ آؤ، خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو۔ لیکن اکثریت ابھی سوچ میں ہے اور اس شعر کی مصداق ہے۔

میں حرّ ہوں اور لشکرِ یزید میں ہوں
مرا حسین ابھی کربلا نہیں پہنچا

حریت اور آزادی کا پیغام:

کربلا تمام انسانوں کو حریت اور آزادی کا پیغام دیتی ہے۔ کربلا ظالموں سے ٹکرا جانے کا حوصلہ دیتی ہے۔ کربلا مکتب آزادگی ہے۔ امام حسینؑ معلم آزادی و حریت ہیں۔ امامؑ نے لشکر یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ دِيْنٌ وَّ كُنْتُمْ لَا تَخَافُوْنَ الْمَعَادَ فَكُوْنُوْا اَحْرَارًا فِيْ دُنْيَاكُمْ".

"اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا کوئی خوف بھی نہیں ہے تو

کم ازکم دنیا میں آزاد رہو (دوسروں کے غلام نہ بنو)۔(۷)

آج دنیا میں جتنی آزادی کی تحریکیں ہیں وہ امام حسینؑ کے قیام سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں، یہ کربلا ہی ہے جو انہیں غلامی سے نجات دینے اور ظالموں سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ دیتی ہے۔

خون کی شمشیر (اسلحہ) پر فتح:

مظلومیت کا اسلحہ مؤثر ترین اسلحہ ہے۔ مظلومیت انسانوں کے احساسات کو ابھارتی ہے اور واقعات کو زندہ جاوید بنا دیتی ہے۔ کربلا میں ایک طرف ایمان وشہادت کا اسلحہ تھا اور دوسری طرف بے دینی اور ظلم کی تلواریں، اگرچہ بظاہر امام حسینؑ شہید ہوگئے اور بظاہر فتح یزیدی فوج نے حاصل کی لیکن بقول شاعر:

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

امام سجادؑ سے ابراہیم بن طلحہ نے پوچھا کون کامیاب ہوا کس کی فتح ہوئی؟

امام نے فرمایا:

''جب اذان ہو، نماز کا وقت ہو، پتہ چل جائے گا کون غالب ہوا، کس کو فتح ہوئی''۔

جب تک مساجد میں اذانیں ہوتی رہیں گی خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کی گواہی کے ساتھ ساتھ کربلا کی کامیابی کی صدا آتی رہے گی۔

حقوق العباد:

کربلا اگرچہ میدان جنگ تھی لیکن وہاں بھی امام حسینؑ کی طرف سے لوگوں کے حقوق کا خیال رکھا گیا۔ دنیا والے کہتے ہیں جنگ اور محبت میں ہر چیز جائز ہوتی۔ لیکن نواسۂ رسولؐ، جگر گوشۂ بتولؑ اور فرزند علیؑ نے دنیا کو اسلام کے سنہری اصولوں سے روشناس کروایا اور بتا دیا کہ جنگ کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے زمینِ کربلا کو ان کے مالکوں سے خریدا اور وقف کر دیا۔ کہتے ہیں کہ امام کی طرف سے روزِ عاشورا اعلان ہوا کہ جو مقروض ہے وہ ہمارے ساتھ نہ ہو۔(۸)

اللہ کی رضا پر راضی رہنا:

انسانِ عارف کی اعلیٰ ترین صفت وکمال، اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہے۔ وہ ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کے سامنے تسلیمِ محض ہوتا ہے۔ امام حسینؑ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں جب زمین کربلا پر گرے ہوئے تھے اپنے پروردگار سے مناجات کرتے ہوئے فرمارہے تھے:

صَبْرًا عَلٰى قَضَائِكَ .... (۹)

ارشاد رب العزت ہے: ﴿فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ﴾۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ امام حسینؑ نے سب کچھ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرکے سجدے کی حالت میں اس کی تسبیح وتہلیل جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے وعدے کے مطابق حسینؑ کے ذکر کو ساری کائنات میں جاری کردیا ہے۔ اب یہ ذکر ہے کہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے اور بقول شاعر:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

36

مقالے کا اختتام سید العلماء علامہ علی نقی النقوی کی کتاب شہید انسانیت کے اقتباس سے کرتے ہیں جس میں انہوں نے بڑے خوبصورت پیرائے میں مقصدِ حسینؑ اور عاشورہ کے پیغام کو بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''عام طور پر واقعۂ کربلا کو ایک ایسے غمناک حادثہ کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے کہ جس پر ہمارا آنسو بہانا اور اظہار رنج وملال کرنا (مقصود) ہو اور بس! مگر یہ تو ایک فطری تقاضائے انسانیت ہے۔ اس کو مقصد حسینؑ یا اصل مفاد واقعہ کربلا سمجھنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ حسین علیہ السلام کا بلند نصب العین ہم سے کچھ اور چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم اپنی سیرت زندگی کو حسینی سیرت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہیں۔ امام حسینؑ کو اس اعتبار سے نجات دہندہ سمجھنا غلط ہے کہ آپؑ نے اپنے معتقدین کو فرائض کی واجبی پابندی سے کلیتاً آزاد کردیا ہے اور (معاذ اللہ) خود ان کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر شہید ہوگئے اور یہ سمجھنا بھی کہ امام حسینؑ نے گناہگاران امت کے لئے شہادت اختیار کی اس معنی میں ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا۔

گویا آپؑ نے (معاذ اللہ) ہم کو گناہوں کے ارتکاب کا جواز عطا کر دیا۔

اگر کوئی اس طرح کا عقیدہ رکھتا ہے تو اپنی غلط ذہنیت کی بنا پر شہادت حسینؑ کے مقصد حقیقی کو فراموش کرنے کے درپے ہوتا ہے۔

حسین یقیناً نجات دہندۂ امت ہیں باین معنی کہ آپؑ نے نجات کا راستہ نمایاں کر دیا اور ایک ایسی جماعت کی بقا کا سامان کر دیا جو اپنے عمل سے نجات کی حقدار ہو۔ اگر حسینؑ کا کربلا کا جہاد نہ ہوتا تو دین و شریعت کی اصلی صورت رخصت ہو جاتی۔ بادشاہوں کی سیرت، الٰہیہ قرار دیدی جاتی اور ان کی تقلید ہی معیار نجات سمجھی جاتی۔ اس طرح امت اسلامیہ ابدی ہلاکت میں مبتلا ہو جاتی۔ حسینؑ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے ہم کو نجات کے قابل بنا دیا۔ امام حسینؑ نے ہمارے قوائے عمل کو معطل اور شل نہیں کیا بلکہ آپؑ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے بہترین محرک عمل ہو سکتا ہے۔" (۱۰)

خداوند عالم سے دعا گو ہیں کہ ہمیں کربلا و عاشورہ سمجھنے اور مقصد حسینی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

حوالہ جات

۱۔ سر الشہادتین، مسند احمد
۲۔ مقتل حسینؑ
۳۔ مقتل خوارزمی
۴۔ مقتل عوالم، صفحہ ۵۴
۵۔ سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا
۶۔ اعیان الشیعہ
۷۔ بحار الانوار
۸۔ موسوعہ
۹۔ مقتل حسینؑ مقرم
۱۰۔ شہید انسانیت، صفحہ آخر